مولانا ارشاد الحق صاحب
ادارہ علوم اثریہ لائل پور

قسط نمبر ۷
گذشتہ سے پیوستہ

احسن الکلام

لیکن مولانا صفدر صاحب ابوالزبیر کا عنعنہ صحت حدیث کے منافی خیال نہیں کرتے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

"یہ سوال باطل ہے۔ اولاً اس لیے کہ حافظ ابن القیم لکھتے ہیں۔ کہ جمہور محدثین ابوالزبیر کی معنعن حدیثوں کو صحیح سمجھتے ہیں۔ ثانیاً پہلے توجیہ النظر کے حوالہ سے نقل کیا جاچکا ہے کہ ابوالزبیر کا شمار ان مدلسین میں ہوتا ہے جن کی تدلیس مضر نہیں۔ ایک سند یوں آتی ہے۔ عن ابی الزبیر عن ابی سعید الخ امام دارقطنی لکھتے ہیں ھذا اسناد صحیح ثالثاً عبداللہ بن شداد وغیرہ اس کے ثقہ متابع موجود ہیں"۔

احسن الکلام صفحہ ۲۷۵، ۲۷۶ ج ۱۔

ن یہ تینوں جواب صحیح نہیں۔ نمبروار ان کی حقیقت ملاحظہ فرمائیں۔

ابوالزبیر کا عنعنہ صحت حدیث کے منافی ہے یا نہیں۔ تو اس سلسلہ میں ائمہ فن بلکہ خود علمائے احناف کی تصریحات گذر چکی ہیں۔ جس سے ایک منصف مزاج بآسانی فیصلہ کرسکتا ہے۔ کہ ابوالزبیر کی تدلیس کا کیا حکم ہے۔ اور حافظ ابن قیم کا یہ فرمانا کہ "جمہور محدثین ابوالزبیر کی معنعن حدیثوں کو صحیح سمجھتے ہیں" کہاں تک مبنی برحقیقت ہے۔ سوال یہ ہے کہ وہ جمہور ہیں کون؟ کیا مولانا صفدر صاحب یا ان کے ہم نوا یہ زحمت فرمائیں گے کہ ذرا ان محدثین کی نشان دہی فرمائیں جنہوں نے "ابوالزبیر" کے عنعنہ کو قبول کیا ہے۔ ہم بادلائل ثابت کر آئے ہیں۔ کہ امام نسائی، امام ابن حزم، حافظ عبدالحق، علامہ ذہبی، علامہ ماردینی، حافظ قرشی، حافظ الحلبی، حافظ ابو محمود مقدسی حافظ ابن حجر، حافظ الخزرجی، علامہ سیوطی اور علامہ شوکانی ایسے محدثین اور ائمہ فن نے اسے ،لس کہاہے۔ اور اس کے عنعنہ پر کلام کیا ہے۔ بلکہ حافظ ذہبی اور حافظ قرشی نے توصحیح مسلم ںیں ابوالزبیر کی معنعن روایات پر بھی تنقید کی ہے۔

مولانا صفدر صاحب کی خدمت میں بصد آداب گذارش ہے۔ کہ از راہ کرم تبلائیں۔
"جمہور" کتنے ہیں جو ابوالزبیر کی تدلیس کو مضر نہیں سمجھتے۔ مجھے اپنی بے بضاعتی کا پورا پورا احساس ہے۔ اور محدود مطالعہ کا فکر بھی ہمہ وقت دامن گیر رہتا ہے۔ تاہم یہ یقین سے کہتا ہوں۔ اور اپنے اس دعویٰ میں کسی قسم کا باک محسوس نہیں کرتا کہ محدثین میں بجز امام حاکم کے کسی نے ابوالزبیر کی تدلیس سے انکار نہیں کیا۔ حافظ ابن حجر ان کے اس انکار کے متعلق فرماتے ہیں
"ووهم الحاكم في كتاب علوم الحديث فقال في سنده وفيه رجال غير معروفين بالتدليس ووصفه النسائي وغيره بالتدليس" (طبقات المدلسين)
بلاشبہ علامہ ابن قیم ابوالزبیر کی تدلیس کو مضر خیال نہیں کرتے۔ لیکن تدلیس کے متعلق ان کا انداز فکر انتہائی عجیب ہے۔ جب کہ ابن اسحاق کی تدلیس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔
اما قولكم انه لم يصرح بسماعه من يعقوب فعلى تقدير العلم بهذا النفي لا يخرج الحديث عن كونه حسناً فانه قد لقي يعقوب وسمع منه وفي الصحيح يعنعنة المدلس كابي الزبير" الخ (تهذيب السنن ص ۹۷/۹۸ ج ۷)
یعنی یہ بات کہ ابن اسحاق نے یعقوب سے سماع کی تصریح نہیں کی۔ تو اس بات کو تسلیم کر لینے کے باوجود کہ ابن اسحاق نے یعقوب سے یہ روایت نہیں سنی۔ یہ روایت درجہ حسن سے ساقط نہیں۔ جب کہ ابن اسحاق کی ملاقات اور سماع یعقوب سے ثابت ہے۔ مزید یہ کہ صحیح میں مدلسین کی معنعن روایات سے بھی استدلال کیا گیا ہے۔ جیسا کہ ابوالزبیر وغیرہ ہیں۔
اصول حدیث سے معمولی واقفیت رکھنے والا طالب علم بھی سمجھتا ہے کہ حافظ ابن قیم کا یہ جواب صحیح نہیں۔ وہ اس کی کمزوری و خامی سے بخوبی واقف ہے۔ اور پھر ابن اسحاق کی تدلیس کے جواب میں صحیحین کے مدلسین کی معنعن روایات سے استدلال بھی "جمہور" ائمہ اصول کے خلاف ہے۔ جب کہ صحیحین میں مدلسین کی معنعن روایات سماع پر محمول ہیں۔ جس کی صراحت مولانا صفدر صاحب نے احسن الکلام میں ص ۱ ج ۲ میں بھی کی ہے۔
یہی نہیں بلکہ بعض مقامات پر خود حافظ ابن قیم ہی ایک حدیث کو معلول قرار دیتے ہوئے ابوالزبیر کی تدلیس کو بھی علت قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ زاد المعاد ہی میں حدیث
"ان رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن ثمن الكلب والسنور الا كلب الصيد"
پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں"

"وقد اعلہ ابن حزم بان ابا الزبیر لم یصرح فیہ بالسماع عن جابر وھو مدلس ولیس من روایۃ اللیث عنہ" (زاد المعاد مع ابن ھشام $\frac{۴۳۵}{۲ج}$)

پھر یہاں یہ بھی ملحوظ خاطر رہے۔ کہ اس روایت کو امام احمد نے حسن بن ابی جعفر کی وجہ سے ضعیف کہا ہے۔ حافظ ابن قیم ان کے جواب میں فرماتے ہیں۔ کہ یہ علت صحیح نہیں۔ جب کہ حجاج بن محمد بھی اسے روایت کرتے ہیں۔ حافظ ابن قیم کا امام احمد کی بیان کی ہوئی علت کا جواب دینا لیکن حافظ ابن حزم کی بیان کی ہوئی علت پر سکوت کرنا اس بات کا قرینہ ہے۔ کہ وہ اس تعلیل سے متفق ہیں۔

ہماری ان گزارشات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔ کہ اولاً حافظ ابن قیم کی رائے ابوالزبیر کے متعلق مسترد ہے۔ ثانیاً مدلسین کی معنعن روایات کے متعلق ان کا انداز فکر جمہور اہل علم سے مختلف اور نرالا ہے۔ ثالثاً ان کا یہ قول کہ "جمہور محدثین ابوالزبیر کی معنعن حدیثوں کو صحیح سمجھتے ہیں"۔ دعوئے بلادلیل ہے۔ اور ایسی بے معنیٰ بات علمی دنیا میں سنتا کون ہے۔ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کی یہ غلط فہمی دراصل اس بات پر مبنی معلوم ہوتی ہے۔ کہ صحیح مسلم میں ابوالزبیر کی معنعن روایات منقول ہیں۔ اس لیے اس کی تدلیس مضر نہیں۔ حالانکہ فی الواقعہ یہ اصول ہی صحیح نہیں۔ جیسا کہ ہم ابھی اشارہ کر آئے ہیں۔ وللتفصیل موضع آخر۔

(۲) مولانا صفدر صاحب کا دوسرا سہارا توجیہ النظر کی عبارت ہے۔ جسے انہوں نے بالتفصیل ص ۲۰۱، ۲۰۲ پر نقل کیا ہے۔ لیکن کاش ؎

کوئی تو بہر خدا ان سے یہ پوچھے جاکر
یہ ستم کس لیے عاشق پہ روا رکھا ہے

مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہم یہاں پہلے ان کی مکمل عبارت نقل کر دیں۔ پھر ان کے اس دعوے کی حقیقت کی نقاب کشائی کریں گے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

"علامہ جزائری علامہ ابن حزم سے محدثین کا ضابطہ بیان کرتے ہوئے ان مدلسین کی فہرست بتاتے ہیں۔ جن کی روائتیں باوجود تدلیس کے صحیح ہیں۔ اور ان کی تدلیس سے صحت حدیث پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔ ان مدلسین میں جلیل القدر محدث اور مسلمانوں کے امام شامل ہیں۔ جیسے حسن بصری، ابواسحاق السبیعی۔ قتادہ بن دعامہ، عمرو بن دینار، سلیمن اعمش، ابوالزبیر، سفیان ثوری۔ اور یہ

سفیان بن عیینہ وغیرہٗ الخ۔ (احسن الکلام ص ۲۰۱ و ۲۰۲ ج ۱)

ہمیں افسوس ہے کہ مولانا صفدر صاحب نے یہاں بھی دیانت داری سے کام نہیں لیا۔ اور علامہ جزائری کے نام سے محض اپنا کام نکال کر مبتدی حضرات کی آنکھوں میں اپنے دجل کی دھول جھونکنے کی ناپاک جسارت کی ہے۔ اے کاش مولانا صاحب، حافظ ابن حزم کا بتایا ہوا "محدثین کا ضابطہ" بھی بیان کر دیتے۔ تاکہ اس "ضابطہ" کی قلعی کھل جاتی۔ آئیے! اب ذرا اس کی حقیقت بھی سن لیجئے۔ حافظ ابن حزم نے مدلسین کی دو قسمیں کی ہیں:۔

(۱) مدلس حافظ عادل ہو۔ جو کبھی روایت متصل بیان کرے، اور کبھی مرسل، کبھی برسبیل تذکرہ اسے بیان کرے، کبھی بطور مناظرہ یا فتوے، اور اس کی سند بیان نہ کرے۔ یا کبھی بعض راویوں کو ذکر کرے اور کبھی انہیں حذف کر دے۔ تو اس کی تمام روایات مقبول ہونگی خواہ اخبرنا کہے یا روایت معنعن ذکر کرے۔ اس نوع میں قتادہ، ابو اسحاق، ابو الزبیر، سفیان وغیرہ کو شمار کیا ہے۔

(۲) اگر مدلس قصداً دھوکا دینے کے لیے عنعنہ سے تدلیس کرے۔ تو اس کی کوئی حدیث قبول نہیں کی جائے گی۔ خواہ وہ سماع کی تصریح کرے یا نہ کرے۔ مثلاً حسن بن عمارہ۔ شریک القاضی۔

یہ ہے اس ضابطہ کا خلاصہ، جسے علامہ الجزائری نے توجیہ النظر صفحہ ۲۵۱ و ۲۵۲ اور علامہ ابن حزم نے الاحکام فی اصول الاحکام ص ۱۴۱، ۱۴۲ ج ۲ میں ذکر کیا ہے۔ اہل علم خدارا انصاف فرمائیں۔ کہ مدلسین کے متعلق کیا یہی "محدثین کا ضابطہ" ہے۔ اصول حدیث کا معمولی طالب علم سمجھتا ہے۔ کہ یہ حافظ ابن حزم کی ظاہریت ہے۔ محدثین کا "ضابطہ" نہیں۔ خطیب بغدادی تدلیس کا حکم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"التدلیس للحدیث مکروہ عند اکثر اھل العلم"

مولانا ظفر احمد تھانوی فرماتے ہیں۔

"قال قاضی القضاۃ الحافظ ابن حجر وحکم من ثبت عنہ التدلیس اذا کان عدلا ان لا یقبل منہ الا ما صرح فیہ بالتحدیث علی الاصح" (انہاء السکن ص ۴۰)

یعنی اکثر محدثین کے نزدیک تدلیس مکروہ ہے۔ اور اصح قول یہی ہے۔ کہ مدلس خواہ عادل ہو۔ اس کا عنعنہ قبول نہیں۔

یہ ہے وہ "ضابطہ" جو محدثین کے ہاں معروف ہے۔

حافظ ابن حزم دیگر مسائل کی طرح اس اصولی مسئلہ میں بھی محدثین کے ہم نوا نہیں۔ ان کے اصول وضوابط دیگر محدثین سے کچھ مختلف ہیں۔ جس کا اقرار خود مولانا صفدر صاحب نے (ص ۹۴ ج ۲) کیا ہے۔ اندازہ کیجیے مولانا صاحب یہاں کس انداز سے حافظ ابن حزم کے منفرد اور اکثر محدثین کے معارض قول کو "ضابطہ" قرار دیتے ہوئے محدثین کے سر مڑھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ؎

جھوٹ کو سچ کر دکھانا کوئی ان سے سیکھ لے

یہ بات مبنی بر حقیقت ہے۔ کہ مؤلف احسن الکلام مسلک کی کورانہ حمیت میں اس قدر دور جا چکے ہیں۔ کہ کوئی سنجیدہ انسان اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ صحیح دلائل سے اپنے مسلک کو مدلل کرنا ہر ایک کا حق ہے۔ لیکن شاذ اقوال کو "محدثین کا ضابطہ" قرار دے کر عوام کو دھوکے میں ڈالنا ایک عالم کی شان کے منافی ہے۔

ایک لمحہ کے لیے یہ باور کر لیا جائے۔ کہ "محدثین کا ضابطہ" بیان کرتے ہوئے حافظ ابن حزم نے اس فہرست میں ابوالزبیر کو شامل کیا۔ لیکن حافظ ذہبی اور حافظ ابن قیم کی عبارتیں ہم نقل کر آئے ہیں۔ کہ خود ابن حزم ابوالزبیر کی معنعن حدیث کو صحیح تسلیم نہیں کرتے۔ اسی سلسلہ میں مزید "المحلی" جو ان کی معرکۃ الآرا تصنیف ہے۔ کی درج ذیل عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

اما نحن فلا نصححه لان ابا الزبير مدلس مالم يقل في الخبر انه سمعه من جابر الخ (المحلی ج ۷ ص ۳۶۴)

اور ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں۔

"حديث ابي الزبير مالم يكن عند الليث عنه ولم يقل فيه ابوالزبير انه سمعه من جابر فلم يسمع من جابر" (المحلی ج ۷ ص ۱۹)

یعنی ابوالزبیر مدلس ہے۔ اور اس کی روایت جب تک سماع کی تصریح نہ ہو یا لیث روایت کرنے والے نہ ہوں، صحیح نہیں ہوگی۔ لیجئے خود حافظ ابن حزم ابوالزبیر کے عنعنہ کو صحت کے منافی خیال کرتے ہیں۔ بنابریں اگر مولانا صفدر صاحب نے ان کے "ضابطہ" کی ہی پابندی کرنا ہے تو قتادہ وغیرہ نہ سہی، کم از کم ابوالزبیر کو مدلس اور اس کے عنعنہ کو منافی صحت تسلیم کر لینا چاہیئے۔ ہمیں امید ہے کہ حافظ ابن حزم کے اسی اصول کے مطابق مولانا صاحب

اب ابوالزبیر کو مدلس اور اس کے عنعنہ کو منافی صحت تسلیم کرنے میں کسی قسم کا حجاب محسوس نہیں فرمائیں گے۔ اس ضمن میں ہم ان کی خدمت میں یہ گذارش بھی کر دینا ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ اگر حافظ ابن حزم کا یہ "ضابطہ" آپ کے نزدیک واقعی حقیقت پر مبنی ہے۔ تو پھر لگے ہاتھوں آپ کو "محقق نیموی" کی تردید بھی کر دینا چاہیئے۔ جہاں انہوں نے مشعبہ کی روایت کو سفیان ثوری کی روایت سے اس بنا پر ترجیح دی ہے۔ کہ سفیان مدلس ہیں علامہ نیموی کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں۔ "قلت وعندی وجہ حسن لترجیح روایۃ شعبۃ علی ماورد الثوری ..... --- واما الثوری فکان ربما یدلس وقد عنعنہ" الخ (التعلیق الحسن ص ۹۸)

اندازہ فرمایئے۔ علامہ نیموی کس ذمہ داری سے اسے "بہترین وجہ ترجیح" بیان فرما رہے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر حافظ ابن حزم کا مذکورۃ الصدر "ضابطہ" صحیح ہے۔ تو اس فہرست میں سفیان ثوری بھی شامل ہیں۔ پھر یہ وجہ ترجیح کہاں تک صحیح ہے۔ محدث مبارک پوری نے علامہ نیموی کے اس انکشاف کی حقیقت ابکار المنن اور تحفۃ الاحوذی میں بیان فرمادی ہے۔ تاہم مولانا صفدر صاحب کی ایسی "جدید تحقیق بھی طالبین حق کو نظر انداز نہیں کرنی چاہیئے۔

حافظ ابن حزم کے شاذ قول کو "محدثین کا ضابطہ" قرار دینے کے بعد گویا اس کی تائید و حمایت میں حافظ دارقطنی کی ایک عبارت سے استدلال کرتے ہوئے مولانا صفدر صاحب لکھتے ہیں۔

> "ایک سند یوں آتی ہے عن ابی الزبیر عن ابی سعید الخ
> امام دارقطنی لکھتے ہیں "ھذا اسناد صحیح" (دارقطنی ص ۱۳۳ ج ۱)
> امام دارقطنی ان کی معنعن کو بھی صحیح کہتے ہیں۔"

(احسن الکلام ص ۲۷۵، ۲۷۶ ج ۱)

جہاں تک سنن دارقطنی کے محولہ صفحہ ۱۳۳ ج ۱ کا تعلق ہے۔ اگر حوالہ کا یہ صفحہ صحیح ہے اور یقیناً صحیح ہے۔ جب کہ تتبع بسیار کے باوجود سنن دارقطنی میں ابوالزبیر کا اسناد ابو سعید ہماری نظر سے نہیں گذرا تو پھر عرض ہے کہ اولاً یہ روایت "عن ابی الزبیر عن ابی سعید" نہیں" ابوالزبیر عن سعید بن جبیرؓ کے واسطہ سے ہے۔

ثانیاً۔ سنن دارقطنی میں اسی صفحہ ۱۳۳ پر ابوالزبیر کے واسطہ سے دو روایتیں ہیں۔

ان میں سے ایک میں سماع کی صراحت موجود ہے۔ اور دوسری روایت معنعن ہے۔ اور اسی کے متعلق امام دارقطنی فرماتے ہیں "ھذا اسناد صحیح"

لیکن یہاں بھی حضرت مولانا سرفراز صاحب نے ہاتھ کی صفائی کا کرتب بڑی ہوشیاری سے دکھایا ہے۔ ہمیں افسوس ہے کہ "شیخ الحدیث" ایسے بلند منصب پر فائز بزرگ قارئین کو دیدہ دانستہ اندھیرے میں رکھنے کی کوشش کیوں کرتے ہیں۔ اگر انہیں استدلال کی ضرورت تھی تو کوئی مفید مطلب مقام تلاش کرنا چاہیئے تھا۔ ایسا حوالہ بجز رسوائی کے کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ ؎

دونوں عالم سے دل مضطر نے تجھ کو کھو دیا
ہو گئی اس کی بدولت آبرو پانی تیری

گذارش ہے کہ اگر امام دارقطنی نے یہاں ابوالزبیر کی معنعن روایت کو "ھذا اسناد صحیح" کہا تو یہ اصول وضوابط کے مطابق کیا۔ جب کہ ابوالزبیر سے روایت کرنے والے اس سند میں اللیث ہیں۔ چنانچہ اصل الفاظ ملاحظہ فرمائیں۔

"حدثنا عبد اللہ بن سلیمان بن الاشعث ثنا عیسی بن حماد ثنا اللیث عن ابی الزبیر عن سعید بن جبیر وطاوس" (دارقطنی ص ۱۳۳ ج ۱)

اور ابھی ہم ذکر کر آئے ہیں۔ کہ ائمہ فن اس بات پر متفق ہیں۔ لیث اگر ابوالزبیر سے روایت کریں تو وہ حدیث صحیح ہوگی۔ اگرچہ وہ معنعن ہی کیوں نہ ہو۔ حافظ ابن حجر "نظم اللآلی" میں فرماتے ہیں۔ "ومعنعن ابی الزبیر غیر محمول علی الاتصال الا اذا کان من روایۃ اللیث عنہ" الخ (حاشیہ طبقات المدلسین) اسی طرح حافظ عبد الحق فرماتے ہیں:

"انما یؤخذ من حدیث ابی الزبیر عن جابر ما ذکر فیہ السماع او کان عن اللیث عن ابی الزبیر (التعلیق المغنی ھند ص ۴۳)

اسی اصول کا ذکر علامہ الحلبی اور دیگر ائمہ فن نے بھی کیا ہے۔ علامہ المارد ینی نے الجواہر النقی میں بھی اس کا اعتراف کیا ہے۔ اور اس پر حافظ عبد الحق کے کلام سے استدلال کیا ہے۔ جیسا کہ اس سے قبل ہم نقل کر آئے ہیں۔

بنا بریں اگر امام دارقطنی نے اس روایت کے متعلق "اسناد صحیح" کا حکم لگایا ہے۔ تو یہ عین محدثین کے ضابطہ کے مطابق ہے۔ بے ضابطگی کا مظاہرہ تو مولانا صفدر صاحب خود کر رہے ہیں۔

علی وجہ التسلیم اگر کہیں امام دارقطنی نے ابوالزبیر کی معنعن حدیث کے متعلق یہ کہا ہے "ھذا اسناد صحیح" تو اسے معرض استدلال میں پیش کرتے ہوئے کم از کم مولانا صفدر صاحب کو توقف کرنا چاہیئے۔ جب کہ موصوف جرح و تعدیل کے سلسلہ میں امام دارقطنی کا انداز جمہور محدثین سے مختلف بتلاتے ہیں۔ ملاحظہ ہو (احسن الکلام ص ۹۳ ج ۲)۔

نیز امام دارقطنی نے "ھذا اسناد صحیح" کہا ہے "ھذا حدیث صحیح" نہیں کہا۔ دونوں میں فرق بیّن ہے۔ جس کی وضاحت آئندہ آرہی ہے۔

ابوالزبیر کی تدلیس کا دفاع کرتے ہوئے تیسرا جواب مولانا صفدر صاحب نے یہ دیا ہے۔ کہ عبداللہ بن شداد وغیرہ ان کے ثقہ متابع موجود ہیں۔ لیکن کیا متابعت کا صحیح ہونا ضروری نہیں؟

آئندہ ہم انشاء اللہ اس متابعت کی حقیقت سے بھی پردہ اٹھائیں گے۔ اور بتائیں گے کہ مولانا صفدر صاحب نے امام حاکم اور حافظ ابن حجر کی عبارتوں کو کس ہوشیاری سے غلط پیرائے میں بیان کرکے بات بنانے کی کوشش کی ہے۔

ہماری سابقہ گزارشات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مسند احمد کی اس روایت میں جابر جعفی کا واسطہ گرا ہوا ہے، اور اسی وجہ سے فریقِ مخالف کے خاتمۃ الحفاظ اس سند کو قابلِ استدلال نہیں سمجھتے اور اگر اس میں یہ واسطہ تسلیم نہ بھی کیا جائے تو اس میں ابوالزبیر مدلس ہے۔ جو اس روایت کو حضرت جابرؓ سے معنعن بیان کرتا ہے اور اس کا عنعنہ صحتِ حدیث کے منافی ہے، لہٰذا اس روایت کو صحیح کہنا درست نہیں، اور جن بزرگوں نے (مثلاً علامہ ابن قدامہ) اسے "اسناد صحیح متصل" کہا ہے قطعاً صحیح نہیں، وہ دراصل اس علت پر مطلع نہیں ہو سکے، "الحسن بن صالح اور ابوالزبیر" کے اتصال کے جھگڑے میں ایسے الجھے کہ دوسری علل ان کی نظر سے اوجھل رہ گئیں۔ ویسے بھی علامہ شمس الدین ابن قدامہ احتجاجاً روایت نقل کرنے کے بعد عموماً خاموشی سے گزر جاتے ہیں، حالانکہ وہ روایات پایۂ احتجاج و استدلال سے ساقط ہوتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ انداز تحقیق محدثین کے نزدیک قطعاً محمود نہیں ہمیں ان کی جلالتِ شان سے اختلاف نہیں، اختلاف ان کے بعض غیر منقح اقوال و آراء سے ہے۔ میزانِ تحقیق میں افراد کو تولا نہیں جاتا اور حق و انصاف کا پہلو چھوڑا نہیں جاتا، جبکہ ہم دلائل سے ثابت کر آئے ہیں کہ اس روایت میں جابر کا واسطہ ساقط ہے، ثانیاً ابوالزبیر

مدلس ہے اور اس کا عنعنہ صحت حدیث کے منافی ہے ۔ محدثین کرام جن میں امام بخاری، امام دارقطنی امام بیہقی، امام ابن عدی، حافظ ابن عبدالبر، حافظ ابن حزم، علامہ ابن جوزی، مجد ابن تیمیہ علامہ النووی، حافظ ابن کثیر اور حافظ ابن حجر ایسے مسلّم اعیان نے اس کی تضعیف کی ہے بلکہ اس سند کے متعلق فریق مخالف کے خاتمۃ الحفاظ نے بھی اس کے ضعف پر مہر ثبت کی ہے۔ ان واضح دلائل کے بعد علامہ ابن قدامہ کی بلا دلیل بات کو پیش کرنا محض طفل تسلّی . . اور ہٹ دھرمی ہے۔

رہا علامہ ماردینی کا اس روایت کے متعلق یہ قول کہ " اسنادہ صحیح " یا علامہ ابن ہمام کا یہ فرمان کہ "علی شرط مسلم " تو یہ اقوال اصولی طور پر نہ صحت حدیث پر دلالت کرتے ہیں اور نہ اتصال سند پر، جبکہ سند کا دیگر علل وعیوب سے مبرا ہونا بھی ضروری ہے۔ چنانچہ علامہ الزیلعی لکھتے ہیں:

" ولو فرض ثقۃ الرجال لم یلزم منہ صحۃ الحدیث حتی ینتفی الشذوذ والعلۃ "

(نصب الرایہ ص ۳۴۷، ج ۱)

یعنی اگر سند کے تمام راوی ثقہ بھی ہوں تو اس سے حدیث کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا بلکہ اس کا شذوذ وعلل سے صاف ہونا بھی ضروری ہے۔

اسی طرح حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

" لا یلزم من کون رجال الاسناد من رجال الصحیح ان یکون الحدیث الوارد بہ صحیحا لاحتمال ان یکون فیہ الشذوذ وعلۃ " (النکت)

اور اس کے چند اوراق بعد لکھتے ہیں:

" ان الشیخان لم یخرجا من روایۃ المدلسین بالعنعنۃ الا ما تحققا انہ مسموع لہم من جہۃ اخرٰی وکذا لم یخرجا من حدیث المختلطین عن من سمع منہم بعد الاختلاط فاذا کان کذالک لم یجز الحکم للحدیث الذی فیہ مدلس قد عنعنہ او شیخ سمع ممن اختلطہ بانہ علی شرطہما وان کانا قد اخرجا ذالک بالاسناد بعینہ الا اذا صرح المدلس من جہۃ اخرٰی بالسماع " (النکت ص ۸۸ من مصتہ)

یعنی صحت حدیث صرف راویوں کے ثقہ ہونے پر ہی موقوف نہیں بلکہ سند کا شذوذ وعلل سے مبرا ہونا بھی ضروری ہے اور کسی ایسی سند کو، جس میں کوئی مدلس یا مختلط ہو، محض

اس لئے صحیح علی شرط الشیخین نہیں کہا جائے گا۔ اگرچہ اس کی تمام سند بالکل صحیحین کی سند کی طرح ہو۔ کیونکہ صحیحین میں مدلسین ومختلطین کی روایات محمول علی السماع وعلی قبل الاختلاط ہیں۔ اس لئے یہ حکم کسی دوسری سند پر نہیں لگایا جاسکتا الا یہ کہ کسی اور واسطہ سے سماع کی صراحت ثابت ہو۔

حافظ ابن حجر نے النکت میں اس مسئلہ پر تفصیل سے بحث کی ہے اور متعدد مثالیں ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ دیکھیے اس سند کو بظاہر متحد ہونے کی بنا پر "صحیح علی شرط الشیخین" کہا کہا گیا ہے حالانکہ فی الواقع یہ صحیح نہیں۔ اسی طرح علامہ ابن عبد الہادی نے "الصارم المنکی" ص ۱۷۰، ۱۷۱ میں بھی اس مسئلہ پر بہت اچھا لکھا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ کوئی نیا اور انوکھا اصول نہیں۔ اصولِ حدیث کا طالب علم ان امور سے واقف ہے، اسی لئے ہم ان مثالوں کا ذکر نہ کرنا ہی مناسب خیال کرتے ہیں۔ اسی اصول کو پیش نظر رکھتے ہوئے علامہ ماردینی وغیرہ نے اس سند کے متعلق "اسناد صحیح" کا حکم لگا دیا۔ انہوں نے بادی النظر میں یہی دیکھا کہ اسکے راوی ثقہ ہیں لہٰذا اس کی سند صحیح ہے اور چونکہ مسلم میں بواسطہ "ابو الزبیر عن جابر" روایات منقول ہیں۔ اس لئے علامہ ابن ہمام نے یہ حکم لگا دیا کہ یہ علی شرط مسلم صحیح ہے۔ حالانکہ یہ فی الواقع یہ صحیح نہیں۔ جبکہ صحیح مسلم میں مدلسین کا عنعنہ سماع پر محمول ہے اور ان پر دیگر اسانید کو قیاس کرنا غلط ہے۔ ثانیاً انہوں نے خود اعتراف کیا ہے کہ ابو الزبیر کی تدلیس صحت حدیث کے منافی ہے۔ ان کے الفاظ ہیں:

"ابو الزبیر فیہ کلام یسیر وھو یدلس فی حدیث جابر ولا یؤخذ من حدیثہ عنہ الا ما صرح فیہ بالسماع اوکان من روایۃ اللیث بن سعد عنہ کما قال عبد الحق وغیرہ" (الجوہر النقی ص ۲۳۵، ج ۲)

علامہ ماردینی کا یہ کھلا اور دو ٹوک اعتراف اس بات کا ثبوت ہے کہ اگرچہ انہوں نے حضرت جابرؓ کی حدیث کے متعلق یہ کہا ہے کہ "اسنادہ صحیح"... لیکن یہ حدیث ان کے نزدیک بھی صحیح نہیں جبکہ ابو الزبیر اس میں معنعن روایت کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ علامہ ماردینی کے اس قول کو اگر اس اصولِ مسلمہ پر محمول نہ کیا جائے تو ان کے کلام میں خاصا تعارض اور تخالف پیدا ہو جاتا ہے جسے رفع کرنے کی اور کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

علامہ ماردینی کا یہ انداز اور طریق تصحیح صرف ابو الزبیر کی سند کے ساتھ ہی خاص نہیں بلکہ قتادہ، ابو اسحٰق، اور الاعمش ایسے مدلسین کی تدلیس کے اعتراف کے باوجود انکی

روایات پر جابجا "اسنادہ صحیح" کا حکم لگاتے ہیں ضرورت محسوس ہوئی تو ان شاء اللہ اس سلسلہ میں ہم متعدد مثالیں پیش کریں گے۔

اللہ تعالیٰ نے جسے عقل سلیم فہم ثاقب اور انصاف کا معمولی حصہ بھی عطا کیا ہو گا اس نے ہماری ان گزارشات سے اندازہ کر لیا ہو گا کہ حضرت جابرؓ کی یہ روایت بایں سند ضعیف اور ناقابل اعتبار ہے۔ جابر جعفی کا واسطہ تسلیم نہ بھی کیا جائے تو بھی ابوالزبیر اس میں مدلس ہے اور اس کا عنعنہ صحتِ حدیث کے منافی ہے جس کا اعتراف علامہ ماردینی اور دیگر ائمہ احناف نے بھی کیا ہے کوئی شخص کورانہ تقلید کی قسم کھا کر بیٹھ گیا ہو تو ممکن ہے اس سلسلہ میں وہ مولانا صفدر صاحب کے اعتراضات کو اٹل سمجھے، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ جو شخص دیانتداری سے ان امور کا تنقیدی جائزہ لے، وہ یہ محسوس کیے بغیر نہ رہ سکتا کہ مولانا صفدر صاحب کے یہ دلائل کس قدر بے وزن اور حقائق کے خلاف ہیں۔

جہاں تک اس بحث میں ابوالزبیر کی تدلیس کا تعلق ہے اسے آپ پڑھ چکے ہیں۔ لیکن یہاں ہم مزید دو باتوں کا ذکر کرنا مفید سمجھتے ہیں۔

۱۔ مولانا صفدر صاحب نے ابوالزبیر کی تدلیس کا دفاع کرتے ہوئے حافظ ابن حزم کے شاذ قول کو "محدثین کا ضابطہ" قرار دیا جس کی حقیقت آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ ہمیں اب مولانا صفدر صاحب کی خدمت میں یہ عرض کرنا ہے اور قارئین کرام کو یہ بتلانا ہے کہ جناب اگر اس کی بجائے علمائے احناف کے اصول کا سہارا لیتے تو یقیناً یہ اُن کے لیے مفید ثابت ہوتا۔ وہ اصول کونسا ہے۔ مولانا ظفر احمد تھانوی صاحب کے "حقیقت پسندانہ" الفاظ میں پڑھیے، فرماتے ہیں۔

"قلت فان کان المدلس من ثقات القرون الثلاثۃ یقبل کارساله مطلقا
وان کان ممن دون ھؤلاء ففیه تفصیل قد مر عن قریب"

(انہاء السکن ص ۴۰)

مولانا صفدر صاحب کے لیے مناسب تھا کہ وہ اس بحث میں اس "گرانقدر" اصول کا سہارا لیتے جو ان کے لیے یقیناً مفید مقصد ثابت ہوتا، لیکن چونکہ انہوں نے اسے بیان نہ کرنے میں عافیت سمجھی ہے، اس لیے ہم بھی حق تبصرہ محفوظ رکھتے ہیں اور اگر یہ اصول علمائے احناف کا متفقہ نہیں تو پھر کسی ذمہ دار حنفی بزرگ کو اس کی تردید کر دینی چاہیے۔

۲۔ دوسری بات جو ہم عرض کرنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ حافظ ذہبی نے (بقیہ بر ص ۳۶)